© rasailojaraid.com

مولانا محمد عبدالحق چوہان

"ھزلیات رضوان"

اس وقت ڈاکٹر رضوان علی ندوی اور شاہ بلیغ الدین کے مبسوط مضامین ہمارے پیش نظر ہیں جو انہوں نے ایک دوسرے کے مضامین کے جواب اور جواب الجواب کی صورت میں تحریر کئے ہیں یہ سلسلہ مضامین ایک علمی مناظرہ پر محیط ہے جو کہ "ہفت روزہ تکبیر" (کراچی) کی مختلف اشاعتوں میں شریک اشاعت رہا ہے ڈاکٹر رضوان صاحب کا ایک دوسرا مضمون بھی پیش نظر ہے جو انہوں نے جناب ضیاء الدین کرمانی کے ایک مضمون کے جواب میں تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مضمون کا یہ عنوان ہے۔

"نبی کریم کی کفالت کس نے کی؟ جناب ابوطالب نے یا جناب زبیر بن عبدالمطلب نے" ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون ماہنامہ ترجمان القرآن (لاہور) بابت ماہ جون ۱۹۸۹ء میں شریک اشاعت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی عادت ہے کہ وہ اپنے مضامین میں "درمدح خود گوید" کے طور پر اپنا علمی تعارف خود ہی کراتے ہیں اور انکے مضامین پر اگر کوئی دوسرا شخص تبصرہ کرنا چاہے یا وہ خود کسی کے مضمون پر تبصرہ کرنا چاہیں تو اس کا تعارف بھی ضرور کرانا چاہتے ہیں۔ اب اس مضمون میں بھی وہ جناب کرمانی صاحب کا تعارف کراتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

ضیاء الدین کرمانی صاحب علمی دنیا اور تصنیف و تالیف کے میدان میں پہلے سے کوئی جانی پہچانی شخصیت نہیں ہیں کتاب میں مؤلف کا جو تعارف لکھا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے تقسیم ہند سے کافی پہلے عربی میں ایم اے کیا تھا پھر چند سال وہیں عربی و اسلامی تاریخ پڑھائی اور اپنا تعارف کراتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

کاتب سطور کا تعلق بھی عربی زبان اور اسلامی علوم و تاریخ سے ہے یونیورسٹی کی بیشتر تعلیم بھی ایک عرب ملک میں ہوئی ہے اور کیمبرج سے ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد تقریباً چوتھائی صدی تک عرب ملکوں کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی زبان اور اسلامی تاریخ و تمدن وغیرہ کے مضامین پڑھاتا رہا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب اپنے ایک دوسرے مضمون میں جس کا عنوان ہے "جواب آں غزل" جو کہ "ترجمان القرآن" بابت نومبر ۱۹۸۹ء میں شریک اشاعت ہے اپنے مضمون کے ایک ناقد تبصرہ نگار کا تعارف کراتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

آپ کافی معمر اور بزرگ آدمی ہیں اپنا خاص تعارف آپ نے نہیں کرایا صرف عمر ۷۲ سال لکھی ہے اور ڈاکٹر صاحب اپنے تعارف کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

آپ کو غالباً معلوم نہیں ہے کہ میں نے دمشق یونیورسٹی میں پڑھا ہے اور کیمبرج سے پی۔ ایچ۔ ڈی کے بعد ۲۴ سال تک عرب یونیورسٹیوں میں اسلامی تاریخ پڑھائی ہے۔ آپ نے جس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے یہ میرا پیشہ ہے میرے ماخذ اصلی عربی ہیں۔ آپ شاید اصل مراجع کو نہ دیکھ سکے ہوں۔ اور ڈاکٹر صاحب اپنے ایک اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مضمون جو کہ "خانوادۂ نبوی کی بحث سے متعلق آخری وضاحت" کے عنوان سے ہفت روزہ تکبیر ۱۷ مئی ۱۹۹۰ء میں شریک اشاعت ہے اپنا تعارف کراتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

پھر مضمون نگار معترض یہ بھول گئے کہ ندوہ کا یہ ناچیز طالب علم حجاز مقدس اور مصر میں ازداد تعلیم کے بعد دمشق یونیورسٹی اور پھر کیمبرج میں ڈاکٹریٹ کا طالب علم بھی رہا ہے ندوہ میں، تو اس نے صرف ایک سال گزار کر "عالمیہ" کی ڈگری حاصل کی تھی لیکن عرب ممالک میں اس نے اپنی تعلیم کے آٹھ سال گزارے تھے پھر یہی طالب علم لیبیا سعودی عرب کی یونیورسٹیوں میں ۲۴ سال تک اسلامی تاریخ و تمدن کا پروفیسر بھی رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے اس تعلی آمیز تعارف پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد عزیز صاحب اپنے ایک مضمون میں جو کہ "ڈاکٹر سید رضوان علی صاحب کی خدمت میں چند مؤدبانہ گزارشات" کے عنوان سے ہفت روزہ تکبیر ۲۴ مئی ۱۹۹۰ء میں شریک ہے۔ تحریر کرتے ہیں کہ

"غالباً ڈاکٹر رضوان علی صاحب کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ بقول خود عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ بلاد عرب میں گزار کر اب پاکستان واپس آئے ہیں بطور تفاخر وہ بار بار اس کا اظہار کرتے ہیں گویا کہ وہ اردو میں لکھنا اپنا مقام سے فروتر سمجھتے ہیں۔ اور شاہ بلیغ الدین وغیرہ جیسے لوگوں کے مقابلہ میں وہ خود نہایت اعلیٰ سطح اور مقام بلند پر کھڑے ہیں اور بد قسمتی سے اب عجمیوں اور کم علم حضرات سے واسطہ پڑ رہا ہے۔ میری دانست میں تفاخر کسی قسم کا ہو ایک عالم و محقق کیلئے زیبا نہیں"۔

ہم اس وقت اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب کے مضمون "نبی اکرم کی کفالت کس نے کی؟ جناب ابو طالب نے یا جناب زبیر بن عبدالمطلب نے" پر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں جو کہ ماہنامہ "ترجمان القرآن جون ۱۹۸۹ء" میں شریک اشاعت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے قانون کے مطابق اس ناچیز کا تعارف یہ ہے "میں ایک دیہاتی دہقان پیشہ زراعت سے منسلک ہوں"

ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون درحقیقت ضیاء الدین کومانی کی اس تحقیق کی تردید میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت جناب زبیر بن عبدالمطلب نے کی تھی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تحقیق کا تعلق تاریخی مباحث سے ہے۔ اس کو عقائد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس کفالت کا شرف ابوطالب کو حاصل ہوا اور جناب زبیر بن عبدالمطلب طبعی طور پر اس قابل ہی نہیں تھے کہ انہیں یہ شرف حاصل ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب نے اثبات مدعا کیلئے البلاذری کی انساب الاشراف کے حوالہ سے تین روایات نقل کی ہیں ایک یہ کہ عبدالمطلب کی وفات کے بعد زبیر اور ابوطالب کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی کہ ان میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کریگا۔ قرعہ ابوطالب کے نام نکلا سو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا۔ ڈاکٹر صاحب کی نقل کردہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالب کے متعلق جناب عبدالمطلب کی کوئی وصیت نہیں تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو زبیر پر ترجیح دی کیونکہ وہ دونوں چچاؤں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اس روایت سے بھی وصیت والی روایت کی نفی ہوتی ہے۔ تیسری روایت یہ ہے کہ خود عبدالمطلب نے یہ وصیت کی کہ وہ یعنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابوطالب ان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کریں۔

ولما احتفر عبدالمطلب جمع بنيه فاو صابهم برسول الله صلى الله عليه وسلم و كان الزبير بن عبدالمطلب و ابو طالب اخوى عبدالله لامه و ابيه وكان الزبير اسنهما فاقترع الزبير و ابوطالب ايهما يكفل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاصابت القرعه فاخزه اليه. ويقال بل اختاره رسول الله صلى الله عليه وسلم على الزبير و كان الطف عميه به. ويقال بل اوصاه عبدالمطلب بان يكفله بعده (انساب الاشراف صفحه ۸۵ ج۱)

ترجمہ:۔ جب عبدالمطلب کی جان کنی کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کی ہدایت کی۔ زبیر بن عبدالمطلب اور ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد جناب عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ زبیر ان میں بڑے تھے سو زبیر اور ابوطالب کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی کہ ان میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کرے گا۔ قرعہ ابوطالب کے نام نکلا سو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو زبیر پر ترجیح دی کیونکہ وہ دونوں چچاؤں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خود عبدالمطلب نے یہ وصیت کی کہ وہ یعنی ابوطالب ان کے بعد آنحضرت کی کفالت کریں۔

ان متضاد روایات کو نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے آخری روایت کو ترجیح دی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے وجود ترجیح کو بیان نہیں کیا اور ساتھ ہی یہ بیان کیا ہے کہ خود مصنف یعنی بلاذری کے نزدیک یہ روایت ہے۔ کیونکہ بلاذری نے اس روایت کو لفظ "یُقالُ" سے تعبیر کر کے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اگر عمیق نظر سے دیکھا جائے تو یہ تینوں روایات درجۂ استناد سے ساقط ہیں کیونکہ پہلی دو روایات وصیت والی روایت کی نفی کرتی ہیں۔ اور وہ دونوں روایات اپنے تضادِ مفہوم کے باعث خود درجۂ تساقط میں ہیں اور تیسری روایت خود بلاذری کے نزدیک مرجوح ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب اپنے ایک دوسرے مضمون میں جو کہ ہفت روزہ تکبیر ۲۸ دسمبر ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں شریک اشاعت ہے علامہ آلوسی کی کتاب "بلوغ الارب فی معرفتہ احوال العرب" کے حوالہ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ "زبیر بن عبدالمطلب شاعر تو بہت اچھے تھے مگر سخت ہجو گو۔ یہاں تک کہ لوگ ان کی فحش گوئی سے ڈرتے تھے" پھر آلوسی کے اس قول پر اپنے نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

پھر کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ اللہ تعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن اور ابتدائے جوانی میں تربیت ایک فحش گو شاعر پر چھوڑ دیتا۔ اس نبی آخر الزمان کی تربیت کو جس کو انسانیت کیلئے نمونہ اخلاق بننا تھا۔ یہ ایک انتہائی لغو بات ہے۔ اور اس کے پیچھے صرف یہ جذبہ کار فرما ہے کہ چونکہ مسلمانوں کا ایک مخصوص فرقہ ابوطالب کی تعریف میں غلو کرتا ہے اور ان کو صاحب ایمان قرار دیتا ہے۔ تو ہم ان کے مقابلہ میں زبیر بن عبدالمطلب کو کھڑا کر دیں جن کا کسی ایک مورخ نے بھی اس حیثیت سے ذکر نہیں کیا۔ جمہور اہل سنت کی طرح میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ابوطالب کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا مگر وہ زبیر بن عبدالمطلب سے ہزار درجہ قابل تعریف ہیں کہ انہوں نے باتفاق امت اسلامیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا اور انتہائی محبت و تکریم کا برتاؤ کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ہیں ڈاکٹر رضوان صاحب کے جناب زبیر بن عبدالمطلب کے متعلق بیہودہ جذبات کہ جن پر تبصرہ کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

جناب زبیر کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قدر شفقت تھی اس کا اندازہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کو ابن حجر نے الاصابہ میں ذکر کیا ہے۔

ویقال ان الزبیر بن عبدالمطلب کان یرقص النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو صغیر یقول محمد بن عبدم، عشت بعیش انعم، فی عز فرع اسنم (الاصابہ صفحہ ۳۰۸، ج۲)

ترجمہ:- کہا جاتا ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وہ چھوٹے بچے تھے جھلایا کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ یہ میرے عبداللہ کی نشانی ہے بڑے عیش و آرام سے جیئے اور بڑی اعلیٰ عزت و توقیر پائے۔

اور علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ السہیلی رحمہ اللہ تعالی المولود ۵۰۸ھ المتوفی ۵۸۱ھ اپنی مشہور کتاب "الروض الانف" میں جناب زبیر بن عبدالمطلب کا تعارف کراتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

و کان الزبیر رضی اللہ عنہ یکنی اباالطاھر بابنہ الطاھر و کان من اظرف فتیان قریش وبہ سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنہ الطاھر، و اخبر الزبیر عن ظالم کان بمکتہ انہ مات فقال بای عقوبۃ کان موتہ فقبل مات حتف انفہ فقال و ان فلابد من یوم ینصف اللہ فیہ المظلومین ففی ھذا دلیل علی اقرارہ بالبعث.(ص ۷۸ ج ۱ تحت عنوان اولاد عبد المطلب بن ہاشم)

ترجمہ- زبیر کی کنیت اپنے بیٹے طاہر کی وجہ سے ابو طاہر تھی۔ اور زبیر قریش کے عقلمند نوجوانوں میں سے تھے اور ان کے بیٹے طاہر کے نام پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گرامی قدر فرزند کا نام بھی طاہر رکھا۔ اور زبیر کو یہ اطلاع ملی کہ مکہ کا فلاں ظالم مر گیا ہے تو انہوں نے پوچھا کہ کس تکلیف سے مرا ہے تو ان کو کہا گیا کہ وہ اپنی طبعی موت مر گیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا پھر تو ایک دن ایسا ضرور ہی آئیگا کہ جس میں اللہ تعالی مظلوم انسانوں کیلئے ظالم سے بدلہ لیں گے۔ ان کا یہ قول اس بات پر برہان بین ہے وہ قیامت کے قائل تھے۔

علامہ سہیلی کی اس روایت سے ایک تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب زبیر بن عبد المطلب سے غایت درجہ کا انس تھا جسکی وجہ سے آپ نے اپنے فرزند ارجمند کا نام ہی ان کے بیٹے کے نام پر رکھا اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ قیامت کے بھی قائل تھے۔ ان کی موت، چونکہ زمانہ فترۃ میں واقع ہوئی تھی اسلئے وہ نبوۃ پر ایمان لانے کے مکلف نہیں تھے اور علامہ سہیلی کے طرز تحریر سے تو یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ علامہ کے نزدیک جناب زبیر "مومن" تھے کیونکہ ان کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کا لاحقہ اسی حقیقت کی طرف غماز ہے۔ اور اس روایت کے پیش نظر ڈاکٹر رضوان کا تعلی آمیز یہ قول کہ

"گروہ (یعنی ابوطالب) زبیر بن عبد المطلب سے ہزار درجہ قابل تعریف ہیں"

باطل اور مردود ہو جاتا ہے اور موثق تاریخی روایات سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس چچا کے ساتھ تجارتی سفر بھی کیا [illegible] "سبل الہدی... المصطفیٰ" میں تحریر کرتے ہیں

فلما اتت لہ بضع عشرۃ سنتہ خرج فی سفر مع عمہ الزبیر فمروا بوادی فیہ فحل من

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الابل یمنع من یجتاز فارادوا الانحراف فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اکفیکموہ فدخل امام المرکب فلما رآہ البعیر برک وحک الارض بکلکلتہ. فنزل عن بعیرہ و رکبہ فسار حتی جاوز الوادی ثم خلیٰ عنہ. فلما رجعوا من سفرھم مروا بواد مملوٴ ماء یتدق فوقفوا. فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعونی ثم اقتحمہ و اتبعوہ فأبس اللہ الماء فلما وصلوا الی مکتہ تحدثوا بذالک فقال الناس ان لھذا الغلام لشانا. (الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۱۰۱ ج ۱)

ترجمہ۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ انیس سال کے ہوئے تو اپنے چچا زبیر کے ساتھ سفر پر نکلے ان کا گذر ایک وادی پر ہوا وہاں ایک اونٹ تھا جو کہ وہاں سے گذرنے والے لوگوں کو روکتا تھا۔ قافلہ والوں نے جب اونٹ کی یہ کیفیت دیکھی تو وادی سے ایک طرف پھرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت گھبراؤ میں ہی اس اونٹ کیلئے کافی ہوں چنانچہ آپ قافلہ سے آگے ہو کر وادی میں داخل ہوگئے جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو بیٹھ گیا اور اپنی ٹھوڑی زمین پر رگڑنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ سے اتر کر اسی پر سوار ہو کر روانہ ہوگئے جب وادی سے گذر گئے تو پھر اسی اونٹ کو چھوڑ دیا۔ جب سفر سے واپس ہوئے اور پھر اسی وادی پر آئے تو وہ وادی اس وقت پانی سے بھری ہوئی تھی اور پانی ابل رہا تھا۔ قافلہ والے آکر وہاں ٹھہر گئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پیچھے چلے آؤ آپ وادی میں داخل ہوگئے اور باقی قافلہ بھی آپ کے پیچھے وادی میں داخل ہوگیا۔ اللہ تعالی نے وادی کا پانی خشک کر دیا۔ جب یہ لوگ مکہ مکرمہ پہنچے اور لوگوں کو یہ واقعات بیان کئے تو لوگ کہنے لگے کہ واقعی اس بچے کا عجیب شان ہے۔۔۔۔ اس روایت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس چچا کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ ایک اور روایت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس چچا کی زوجہ کو ماں کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس چچا نے میرے ساتھ احسان کیا ہے۔ اس زبیر بن عبد المطلب کے فرزند ارجمند حضرۃ عبد اللہ بن زبیر جو کہ صحابی ہیں ان کے متعلق روایات میں یہ واقعہ ہے کہ جب وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو اپنے ساتھ ہی بٹھلایا پوشاک پہنائی اور پھر فرمایا کہ یہ میری ماں کے لڑکے ہیں اور ان کا والد میرے ساتھ احسان کرنے والا تھا۔

وحکی المبرد فی الکامل ان عبد اللہ بن الزبیر اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکساہ حلہ و اقعدہ الی جنبہ و قال انہ ابن امی و کان ابوہ بی براً. (الاصابہ ص ۳۰۸ ج ۲)

ترجمہ۔ مبرد نے الکامل میں نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان کو پوشاک پہنائی اپنے ساتھ بٹھلایا اور فرمایا یہ میری ماں کے لڑکے ہیں اور ان کا والد میرے ساتھ احسان کرنے والا تھا۔

اس روایت سے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جناب زبیر بن عبد المطلب کے زیر کفالت رہے تھے اسی بناء پر تو فرما رہے ہیں کہ وہ میرے ساتھ احسان کرنے والے تھے اور اسد الغابہ میں ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ں عمی و حبی) ص ۱۶۱ ج ۳
پ نے فرمایا کہ "یہ میرے چچا کے لڑکے اور میرے محبوب ہیں" یہ الفاظ بھی اس حقیقت کی طرف مشعر
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا زبیر کے ساتھ خصوصی تعلق تھا یہ زبیر اتنے شریف النفس اور مظلوموں
نے والے تھے کہ "حلف الفضول" کے اول داعی یہ تھے۔

لف الفضول اکرم حلف سمع به و اشرفه فی العرب و کان اول من تکلم به و
ء الزبیر بن عبد المطلب (الروض الانف ص ۹۰ ج ۱)

عرب کے معاہدات میں سے بہترین معاہدہ حلف الفضول کا تھا اور سب سے پہلے اسکا داعی اور محرک
عبدالمطلب تھے۔ اور اسی معاہدہ کے انعقاد کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچا کے ساتھ
تے۔

ول اللہ علیه وسلم لقد شهدت فی دار عبداللہ بن جدعان حلفا ما احب ان لی
النعم و لو دعی به فی الاسلام لاجبت (ابن ہشام ص ۱۳۴ ج ۱)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس حلف کے وقت عبد اللہ بن جدعان کے مکان میں موجود تھا
مجھ کو سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا اور اگر اسلام میں بھی کوئی ایسے عہد کی طرف بلائے تو میں قبول
موجود ہوں۔

"حلف الفضول" کا منشور یہ تھا

وا علی ان لایجدوا بمکته مظلوما من اهلها و غیرهم ممن دخلها من سائر
لا قاموا معه و کانوا علی من ظلمه حتی ترد علیه مظلمته. (ابن ہشام ص
۱۳۴ ج ۱)

اور سب نے بالاتفاق اس بات کا معاہدہ کیا اور قسم اٹھائی کہ شہر مکہ میں ہم جس مظلوم کو پائیں گے
کا باشندہ ہو یا باہر کا مسافر ہو اس کے ساتھ ہو کر ظالم سے اس کا معاوضہ لیں گے۔
ن جوزی کی تحقیق کے مطابق یہ معاہدہ حلف الفضول اس وقت ہوا جبکہ آپ بیس سال کی عمر میں تھے
سته عشرین من مولده کان حلف الفضول. (الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۱۰۲

اور آپ کی ولادۃ کے بیسویں سال معاہدہ حلف الفضول ہوا

ب نے اثبات مدعیٰ کیلئے صحیح بخاری کی ایک حدیث پیش کی ہے جس کو اسکے مطلوب کے ساتھ کوئی تعلق
یث یہ ہے

عباس بن عبد المطلب قال للنبی صلی اللہ علیه وسلم ما اغنیت عن عمک
یحوطک و یغضب لک قال هو فی ضحضاح من نار ولو لا انا لکان فی
لاسفل من النار. صحیح بخاری ص ۵۴۸ ج ۱)

© rasailojaraid.com

حضرۃ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابوطالب نے آپ کی حفاظت کی

© rasailojaraid.com

تو کیا اس کو اس عمل سے کوئی فائدہ بھی حاصل ہو گا آپ نے فرمایا کہ ہاں اسلئے کہ پہلے تو وہ جہنم کے در
مستحق تھا میری وجہ سے اب وہ جہنم کے اوپر والے درجہ میں ہو گا جہاں جہنم کی آگ اسکے ٹخنوں تک ہو گی۔
یہ تو زمانۂ نبوت کی بات ہے جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی کفالت کے محتاج نہیں
طالب خود ہی ان کی کفالت کا محتاج تھا۔ اور آپ کی ذات سے اس کا مدافعت کرنا چچا اور بھتیجے کے رشتہ
سے اس پر لازم ہی تھا۔ باقی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رسالت اور آپ کی نبوۃ کا انکار اور ملت
تصلب کے اعتبار سے وہ بھی کفار کی طرح مصر علی الکفر تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کی
دہی اور خیر خواہی کے اعتبار سے اس کے سامنے بھی اسلام اور دین حق کی دعوۃ پیش کی لیکن اس نے التزام
سے انکار کر دیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو اس عجیب انداز میں دعوۃ دین حق پیش کی

و انت ای عم احق من بذلت النصیحت و دعوۃ الی الهدیٰ و احق من اجابنی
اعاننی علیه

ترجمہ۔ اور اے چچا تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ میں تمہارے واسطے نصیحت کو خرچ کروں
ھدایت کی طرف بلاؤں اور تم اس کے قبول کرنے اور میری امداد میں شریک ہونے کے حق دار ہو۔
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشفقانہ انداز دعوۃ حق کو رد کرتے ہوئے ابو طالب نے کہا

فقال ابو طالب ای ابن اخی انی لا استطیع ان افارق دین آبائی و ما کانوا علیه
ہشام ص ۲۴۷ ج ۱)

ترجمہ۔ اے میرے بھتیجے میں اپنے باپ دادا کے دین کو اور ان اعمال کو جن پر وہ تھے نہیں چھوڑ سک
اور پھر ابو طالب کی موت کے وقت آپ نے حد سے زیادہ اصرار کیا کہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لو۔ لیکن ابو
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اصرار پر ابو جہل کے قول کو ترجیح دی۔ صحیح مسلم "باب الدلیل علی صح
من حضرہ الموت مالم یشرع فی النزع" میں ہے

حضرت اباطالب الوفاۃ جاءہ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فوجد عنده ابا
عبداللہ بن ابی امیه بن المغیرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا عم قل
الا اللہ کلمه اشهد لک بها عند اللہ فقال ابو جهل و عبد اللہ بن ابن ابی امـ
طالب أترغب عن ملت عبد المطلب فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
علیه ویعید تلک المقاله قال ابو طالب آخر ما کلمهم هو علی ملت عبد المطلب
ان یقول لا اله الا اللہ. (مسلم مع فتح الملهم ص۸۸ ج۱)

ترجمہ۔ جس وقت ابو طالب کی موت کا وقت قریب آیا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس
لے گئے وہاں آپ نے ابو جہل اور عبد اللہ ابن ابی امیہ کو پایا آپ نے فرمایا کہ اے چچا کلمہ "لا الہ الا اللہ" کہہ دو
سامنے تیرے کلمہ کی گواہی دوں گا۔ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ نے کہا اے ابو طالب کیا تو عبد المطلب سے
روگردانی کرتا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اصرار کرتے رہے اور کلمہ کی دعوۃ کو دہراتے رہے لیکن
نے جو آخری کلمہ کہا یہی تھا میں عبد المطلب کے دین پر مر رہا ہوں اور کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر صاحب اپنے ایک مضمون میں ابو طالب کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے طبقات ابن سعد کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں

یہ بھی روایت ہے کہ آپ ان کی وفاۃ پر روئے اور چند روز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلے (تکبیر ۲۸ دسمبر ۱۹۸۹ء ص ۵۸)

بالکل درست اس کا کون انکار کرتا ہے آپ کو ابو طالب کی تیرہ بختی اور محرومیٔ قسمت پر افسوس تھا کہ جنت کے دروازے اس کے سامنے کھلے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی وہ اتنا بے نصیب ہے کہ کفر اختیار کرکے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا رہا ہے۔ ابو طالب کی بد قسمتی پر جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے آخر میں ہم ڈاکٹر صاحب کی ایک انتہائی غلطی کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھتے ہیں آپ تکبیر کے اسی مضمون میں تحریر کرتے ہیں۔

"یہ ایک انتہائی لغو بات ہے اور اس کے پیچھے صرف یہ جذبہ کار فرما ہے کہ چونکہ مسلمانوں کا ایک مخصوص فرقہ ابو طالب کی تعریف میں غلو کرتا ہے اور ان کو صاحب ایمان قرار دیتا ہے تو ہم ان کے مقابلہ میں زبیر بن عبد المطلب کو کھڑا کردیں"

ڈاکٹر صاحب اپنی اس تحریر میں روافض کو مسلمانوں کا ایک خاص فرقہ قرار دے رہے ہیں حالانکہ یہ نہایت ہی غلط بات ہے روافض مسلمانوں کا فرقہ نہیں بلکہ اسلام کے خلاف حقیقی حزب اختلاف کا مصداق ہے ڈاکٹر صاحب کو ابھی تک شاید یہ بات معلوم نہیں کہ رفض کی بنیاد ہی بغض اور کفر صحابہ پر ہے علماء لغت نے خود رفض کا معنی بیان کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے علامہ زبیدی کی "تاج العروس" کے حوالہ سے علامہ عبد الفتاح ابو غدہ "مقدمہ اعلاء السنن" کی تعلیقات میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وهذا النص يفيد ان الرفض هو التدين ببغض الشيخين رضى الله عنهما لا تقديم على رضى الله عنه عليهما بالمحبة تعليق مقدمه اعلاء السنن قواعد فى علوم الحديث. ص ۱۴۲

ترجمہ۔ لفظ رفض کے متعلق صاحب تاج العروس علامہ زبیدی کی اس تصریح سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ رفض کا معنی یہ نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور شیخین پر ان کو فضیلت دینا بلکہ رفض کے عقیدہ اور اسکے دین ہونے کی بنیاد ہی شیخین رضی اللہ عنہما کے بغض پر ہے۔

ملا باقر علی اپنی مشہور کتاب "جلاء العیون" میں سیدہ عائشہ، حفصہ اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کے متعلق لکھتا ہے

پس از منبر فرود آمد و با مردم نماز سبکی ادا کرد و بخانہ ام سلمہ برگشت یک روز یاد و روز در آنجا ماند پس عائشہ ملعونہ زنان دیگر را راضی کرد و نزد حضرت آمد و التماس کرد آنحضرت را بخانہ خود برد چوں بخانہ عائشہ رفت مرض آنحضرت شدید شد پس بلال ہنگام نماز صبح آمد دران وقت حضرت متوجہ عالم قدس بود بلال ندائے نماز را داد حضرت مطلع شد پس عائشہ ملعونہ گفت کہ ابو بکر علیہ اللعنہ را بگوئید کہ با مردم نماز کند و حفصہ ملعونہ گفت کہ عمر را بگوئید کہ با مردم نماز کند حضرت چوں صدائے ایشاں را شنید و غرض فاسد ایشاں را دانست فرمود کہ دست ازیں سخناں بردارید کہ شما بزنانے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میمانید کہ یوسف را میخواستند کہ گمرہ کنند چوں امر کردہ بود کہ ابوبکر و عمر علیہما اللعنۃ بالشکر اسامہ بیروں روند دریں وقت از سخنان عائشہ و حفصہ یافت کہ ایشاں برائے فتنہ و فساد بمدینہ بر گشتہ اند بسیار غمگین شد ص ۴۳، ۴۴ فصل چہارم۔

ترجمہ۔ خطبہ دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے اور لوگوں کے ساتھ جلدی نماز ادا کر کے ام سلمہ کے گھر تشریف لے گئے ایک دو یوم وہاں آپ کا قیام رہا اس کے بعد عائشہ------- دوسری عورتوں کو راضی کر کے آپ کے پاس آئی اور آپ کو اپنے گھر لے گئی وہاں آپ کی بیماری میں اضافہ ہو گیا۔ بلال نے صبح کی نماز کے وقت آپ کو اطلاع دی آپ اس وقت عالم قدس میں مشغول تھے بلال کی اطلاع سے آپ مطلع ہوئے اتنے میں عائشہ------- نے کہا کہ ابو بکر------- کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور حفصہ------- نے کہا کہ عمر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انکی یہ گفتگو سنی اور ان کی غرض فاسد معلوم کی تو آپ نے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ تم بھی یوسف والی عورتوں کی طرح ہو جنہوں نے یوسف کو گمراہ کرنا چاہا تھا جب آپ نے حکم دیا تھا کہ ابوبکر اور عمر------- اسامہ کے لشکر کے ساتھ مدینہ سے باہر چلے جائیں تو آپ نے یہی سمجھا کہ وہ تو چلے گئے ہیں لیکن اس وقت عائشہ اور حفصہ کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہ فتنہ و فساد پیدا کرنے کیلئے مدینہ میں واپس آ گئے ہیں اس پر سخت غمگین ہوئے۔

ہمیں ڈاکٹر رضوان کے وسعت مطالعہ کا اعتراف ہے اور ہمیں یقین ہے کہ یہ کتاب ضرور ہی ان کی نگاہ سے گذری ہو گی ان کفریہ کلمات اور اس کے علاوہ تحریف قرآن اور عصمت آئمہ جیسے ملحدانہ عقائد کا ان کو ضرور ہی علم ہو گا اس کے باوجود بھی اگر وہ ان کو مسلمانوں کا فرقہ سمجھتے ہیں تو پھر ان کی غیرۃ ایمانی کے فقدان پر ماتم ہی کرنا چاہئے اناللہ وانا الیہ راجعون روافض۔۔ انہی کفریہ اور ملحدانہ عقائد کی بنیاد پر علماء نے روافض کے کفر کا فتویٰ دیا ہے المحدث الشہیر علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ تعلی المتوفی ۱۰۱ اھ اپنی مشہور کتاب "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" میں فرماتے ہیں

فانہم یعتقدون کفر اکثر الصحابہ فضلا عن سائر اہل السنۃ و الجماعۃ فانہم کفرۃ بالاجماع بلا نزاع. (مرقاۃ ص۱۳۷ ج۹)

پس تحقیق یہ روافض اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے کفر کا اعتقاد رکھتے ہیں زیادہ اس سے کہ وہ اہل السنہ والجماعہ کو مسلمان سمجھتے ہوں اسی بناء پر بغیر کسی نزاع کے بالاجماع یہ کافر ہیں وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ و صفوۃ بریتہ محمد و علی الہ و ازواجہ المطہرات و اصحابہ اجمعین۔

شیزان کی جملہ مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے

"شیزان" مرزائیوں کی فیکٹری ہے اس کی آمدنی کا ایک کثیر حصہ "دارالکفر ربوہ" جاتا ہے آپ تو اس جرم میں شریک نہ ہوں انہی کی جملہ مصنوعات کا بائیکاٹ دینی غیرت اور ملی حمیت کا تقاضی ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

© rasailojaraid.com